Hazara Islamicus, Vol.:10, Issue: 01,Jan-June 2021
PP: 29-38

OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

خدائی اور انسانی اختیارات میں اصطلاحات کے مفہوم کے اعتبار سے فرق

Literal difference between human and divine authority in terms of meaning

Dr. Muhammad Ishaq
Assistant Professor, Department of usool ud Din, University of Karachi.

Dr. Aziz Rehman Saifie
Assistant Professor, Department of Arabic,University of Karachi

Abstract

The distinction and difference between the God and man is clear; God is the creator, the man is the created; the God is omnipotent while man is obliged to follow His commands. These disparities clearly illustrate the difference of the status of both. However, due to linguistic limitations, at times, the terms used for ownership of the two may be the same but a contextual and critical study reveals the true essence of the difference in meaning. Unlike the capitalist school of economics, Islamic school of economics emphasizes and exerts the value it holds for individual. According to Islamic jurisdiction, an individual is rightful in claiming his occupation of a certain thing. This, on the other hand, gives rise to a question of the status of ownership of man if all things are created and distributed by God. Is there a possibility that they either both can share or hold ownership rights of a single entity? The answer is affirmative, for the context in which the word/term ownership is used for Allah Almighty holds disparity against the context in which it is used for individual; that is, Allah's ownership of his creations is everlasting but that of man is temporary or short-lived. However, what is impossible is the sharing of ownership between two individual for they both share the same status. In this situation there are chances of dispute.

***Key Words**: Divine, Human, authority*

اللہ تعالیٰ خالق اور باقی ساری کائنات اس کی مخلوق ہے۔ کائنات میں اتار چڑھاؤ اور دیگر تصرفات کا وہ تنہا مکمل اختیارات کے ساتھ مالک ہے۔ کسی قسم کے تصرف کرنے میں کسی کی اجازت یا تعاون کا محتاج نہیں۔اس کے مقابلے میں انسان کا اختیار چہ معنی دارد۔ لیکن اس کا بنایا ہوا خوبصورت نظام انسان کو افضل ترین بنا گیا۔ انسان کو باصلاحیت کے ساتھ ساتھ اپنا نائب بھی بنا دیا۔اور پھر اسے بااختیار بھی بنادیا۔اب انسان چاہے تو کائنات کی اشیاء سمیٹ لے اور اس پر جائز ذرائع سے قبضہ کرکے اپنے اختیار میں لے لے۔اس سلسلے میں اسلامی معاشی نظام میں وسعت ہے، اشیائے صَرف ہوں یا ذرائع آمدن، جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے۔ لیکن اس سے ہٹ کر اشتراکی معاشی نظام میں ایسا نہیں ہے، ان کے ہاں فرد اشیائے صَرف کا مالک تو بن سکتا ہے لیکن ذرائع آمدن (جیسے زمین اور کارخانے وغیرہ) کا نہیں۔ پھر کسی نے آکر اللہ تعالیٰ اور انسان کے اختیار کا توازن دیکھنا چاہا اور " وَ الْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ " جیسی آیات سے استدلال کرتے ہوئے زمینوں پر فرد کی انفرادی ملکیت کا انکار کرگئے۔اس مقالہ میں ہم بتانا چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے اختیارات کے درمیان اس حوالے سے کتنا توازن ہے۔ کیا دونوں ایک ہی شے کے مالک نہیں ہو سکتے؟ کیا اس میں کسی قسم کے خسارے والی بات ہے؟ سب سے پہلے قرآنی آیات اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے اختیار، اس کی سلطنت اور ساتھ ساتھ انسانی بادشاہت اور اس کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

خدائی اور انسانی بادشاہت

اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا مالک بھی ہے اور خالق بھی، ہر چھوٹی بڑی شے کا خالق بھی وہی ہے اور اس پر ملکیت بھی اسی کی ہے جس کی رو سے ان اشیاء پر مکمل اختیار بھی اسی کا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جن سے ہر شے پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا ثبوت ملتا ہے۔اور اس کے علاوہ بہت سی آیات ایسی بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خالق اور مالک ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور انہی آیات سے اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا بھی اثبات ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے جب ایک شے کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور تخلیق میں اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہے تو لامحالہ اس شے پر مکمل قبضہ، ملکیت اور اختیار بھی اسی اللہ ہی کا ہونا چاہیے۔اس سلسلے میں قرآن کریم میں جو آیات ہیں وہ لاتعداد ہیں، بطور نمونہ چند کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سلطنت و بادشاہت کے حوالے سے سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۝ [1]

ترجمہ۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔

علامہ آلوسی اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"ان اللّٰہ تعالی له السلطان القاهروالاستیلاء الباهرالمستلزمان للقدر التامة علی التصرف الکلی۔ ایجاداً و اعداماً،وأمراًونهیاًحسبماتقتضیه مشیئته لامعارض لأمره لامعاقب لحکمه۔ فمن هذا شانه کیف یخرج عن قدرته شیء من الاشیاء"[2]

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ایسی بادشاہت ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب آنے والا ہے اور تمام چیزیں اس کے قبضہ میں ہیں۔ اور اس کی یہ بادشاہت اور ولایت اس کی قدرت تامہ کو لازم ہیں، جس کی وجہ

سے اسے مکمل تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، خواہ اس کا یہ تصرف کسی شے کو ایجاد کرنا ہو یا اس کو معدوم کرنا، اور یا پھر وہ تصرف امر و نہی کے حوالے سے ہو۔ جس اعتبار سے بھی اس کا ارادہ کسی کام کے کرنے کا تقاضہ کرے تو کوئی چیز اس کے امر سے معارض نہیں اور نہ ہی اس کے حکم کا کوئی تعاقب کرنے والا ہے۔ پس جس ذات کی ایسی شان ہو تو اشیاء میں سے کوئی شے اس کی قدرت سے کیسے نکل سکتی ہے۔

علامہ آلوسی نے بڑی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور تصرفات کے حوالے سے اس کے اختیارات کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ اشیاء کو ایجاد کرنا ہو یا ختم کرنا سب اسی کے دسترس میں ہے۔ اور اس کی طاقت یہ ہے کہ کوئی اس کے کسی حکم کو رد نہیں کر سکتا اور یہ کہ کائنات کی کوئی شے اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں۔

اب اس کے ساتھ ساتھ وہ آیات بھی پیش نظر رہیں جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی اس سلطنت کی تقسیم کا ذکر بھی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ ہی میں ہے کہ جب حضرت سموئیل علیہ السلام کی جانب سے طالوت کی بادشاہت کے اعلان کے بعد جب قوم نے انہیں بادشاہ ماننے سے انکار کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝"[3]

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ فضل کرنے والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تشریح ملاحظہ کیجیے:

"علی ان اللہ مالک جمیع مافی الکون من انسان وحیوان وجماد۔۔۔ودلالۃ الاٰیۃ ایضاًعلی ان منح الملک أوالسلطۃ للانسان انماھوبمشیءۃ اللہ الذی لایصدرعنہ الاالخیرللناس فھویصطفی لھم من یحقق المصلحۃ وتتوافرفیہ الکفاءۃ المطلوبۃ"[4]

ترجمہ۔ اس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں انسانوں، حیوانوں اور جمادات کا مالک ہے۔۔۔ اور اس بات پر بھی دلالت ہے کہ ملکیت اور سلطنت جو انسانوں کو مہیا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتی ہے کہ جس سے انسانوں کے لئے خیر کے علاوہ کچھ صادر نہیں ہوتا۔ اور وہ انسانوں کے لئے ایسے افراد کو چنتا ہے جو بھلائی کے کام کریں اور اس میں مطلوب تمام صلاحیتیں موجود ہوں۔

بالا تشریح میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی علم ہوا کہ اس سلطنت کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں تقسیم بھی فرما دیتا ہے لیکن اس کے لئے اپنے بندوں میں سے ان افراد کا انتخاب کرتا ہے جو باصلاحیت ہوں اور انسانوں کے لئے خیر اور بھلائی والے کام کریں۔ اور جب اس کی حکمت ہوتی ہے تو وہ دنیا میں ظاہری کچھ اسباب پیدا کرکے بندوں سے اس کی حکومت چھین کر کسی اور کو بھی عطا کر دیتا ہے جیسا کہ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ [5]

ترجمہ۔ تو کہہ اے اللہ! حکومت کے مالک! تو جسے چاہتا ہے حکومت دیدیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے عزت عطا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں:

"ان المرادبالملک:السلطة والتصرف فی الامور،وانه تعالی صاحب السلطان المطلق فی تدبیر الامور و تحقیق التوازن فی الکائنات" [6]

ترجمہ! بے شک ملک سے مراد سلطنت اور امور میں تصرف کرنا ہے۔اور بے شک اللہ تعالیٰ امور کی تدبیر اور کائنات کے توازن کو متحقق رکھنے میں حاکم مطلق ہے۔

قرآن حکیم کی یہ آیتیں واضح کرتی ہیں کہ بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے لیکن اس نے انسان کو پیدا کرکے اسے منصب خلافت جب عطا فرمایا تو اس نے اسی انسان کو دنیا کی بادشاہت بھی عطا فرمادی۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس نے بندوں کو اپنی بادشاہت میں شریک نہیں فرمایا بلکہ بادشاہت عطا کی ہے۔اس نے جہاں بھی فرمایا تو سلطنت دینے یا چھیننے کا ہی فرمایا کیونکہ اس رب کے ساتھ جس طرح اس کی ذات میں شرکت اس کی وحدانیت کے خلاف ہے، بالکل اسی طرح اس کی سلطنت میں بھی اس کے ساتھ شرکت جرم اور عقیدہ توحید کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ سلطنت میں کسی کو شریک کرنے کا تصور نہیں دیتا۔ اب کیا اگر بادشاہت اللہ کے پاس ہے اور ساتھ میں بندوں کے پاس بھی ہے تو کیا یہ دو متضاد باتیں ہیں؟ ہر گز نہیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کو لے کر بادشاہت کا جو معنی اور مفہوم ہے وہ بندوں کی بادشاہت کے لیے نہیں ہے۔خدائی بادشاہت کا تصور کچھ اور اور انسانی بادشاہت کا تصور کچھ اور ہے۔خدائی بادشاہت حقیقی جبکہ انسانی بادشاہت عارضی ہے۔خدائی بادشاہت بلاقید ہے جبکہ انسانی بادشاہت بلاقید ہر گز نہیں۔خدائی بادشاہت کو کوئی ختم نہیں کرسکتا جبکہ انسانی بادشاہت کو وہ رب جب چاہے ختم کردے۔خدائی بادشاہت آسمان و زمین کے ذرے ذرے پر جبکہ انسانی بادشاہت صرف زمین اور اس کی ایک معمولی سی ریاست پر ہے۔خدائی بادشاہت لامحدود جبکہ انسانی بادشاہت کی حدبندی ہے۔اس رب سے آج تک کوئی اس کی بادشاہت کو نہیں چھین سکا لیکن انسان سے اس کی بادشاہت چھن جانے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ان دونوں میں کوئی جوڑ اور مقابلہ نہیں ہے تو تضاد کہاں سے ممکن ہے۔دونوں کے حوالے سے بادشاہت کا معنی و مفہوم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

خدائی اور انسانی ملکیت

کائنات کی اشیاء پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور یہی اشیاء انسانوں کی ملکیت میں بھی ہیں۔ دونوں کی گرفت اور ملکیت کے مابین کیا فرق ہے۔ ذیل میں قرآن کریم کی کچھ آیات کا ذکر کرکے اس حوالے سے جائزہ لیتے ہیں۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

"لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾" [7]

ترجمہ ! جو کچھ آسمان وزمین مین ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ اور اگر تم اپنے جی کی بات ظاہر کروگے یا چھپاؤگے تو اللہ تعالیٰ اس کا تم سے حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ نے تدبر قرآن میں اس آیت کی بڑے اچھے انداز سے تشریح فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

"یہ جملہ اپنے اندر بیک وقت تین مفہوم رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہر چیز خدا ہی کی ملکیت ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر چیز اسی کی اختیار و تصرف میں ہے۔ تیسرا یہ کہ بالآخر ہر چیز کا مرجع خدا ہی ہے۔ اردو میں کوئی ایسا ترجمہ اس کا جو ان تینوں مفہوموں کو بیک وقت اٹھالے میری سمجھ میں نہیں آیا۔"[8]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمہ اللہ "تفسیر منیر" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یخبراللّٰہ تعالی فی ھذہ الاٰیة ان له ملك السموات والارض ومافیھن ومابینھن وان له المطلع علی مافیھن لاتخفی علیه الظواھروالسرائر والضمائر وان دقت وخفیت"[9]

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں خبر دے رہا ہے کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں یا ان کے درمیان ہے یہ سب اس کی ملکیت ہیں۔ اور وہ اس کی ہر چیز کی خبر رکھتا ہے، اس طور پر کہ نہ تو اس سے کوئی ظاہری چیز مخفی ہے اور نہ ہی کوئی سری اور پوشیدہ چیز، اگرچہ وہ باریک اور خفیہ ہوں۔

یہ سب باتیں اس چیز کو واضح کرتی ہیں کہ یقیناً ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سورہ تغابن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝"[10]

ترجمہ۔ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"معناہ اذا سبح للّٰہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض فله الملك و له الحمد۔ و لما کان له الملك فھو المتصرف فی ملکه و التصرف مفتقر الی القدرة"[11]

ترجمہ ! اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آسمان وزمین کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں تو سلطنت بھی اسی کی ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کی ہیں۔ اور جب تمام اشیاء اس کی ملکیت ہیں تو وہ اپنی سلطنت میں تصرف کرنے کا بھی مجاز ہے اور تصرف کرنے کے لیے قدرت لازم ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کائنات کے چپے چپے پر جب چاہے تصرف کردے، وہ اس کام میں بااختیار اور مکمل آزاد ہے۔ اسے یہ اختیار اس لئے حاصل ہے کہ وہ اس کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر چیز اسی کی تسبیح بھی کرتی ہے۔

البتہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ اس نے دنیا اور اس کی اشیاء انسان کے لیے پیدا فرمائی ہیں اور پھر انسان کو ان اشیاء کا مالک بھی بنادیا تاکہ انسان ان اشیاء کو اپنی تحویل میں لے کر کماحقہ استفادہ کرسکے۔ دنیا کی بادشاہت بھی اسی عطا کردی اور دنیا

کی یہ مادی اشیاء بھی اس کے قبضہ میں دیدیں۔ اور اس انعام کا وہ خود سورہ یٰس میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اولم یرواانا خلقنالھم مما عملت اید ینا انعاما فھم لھا مالکون"[12]

ترجمہ! کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مویشی پیدا کیئے اور اب یہ ان کے مالک ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر میں "روح المعانی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"أی خلقنالھم انعاما وملکناھالھم فھم بسبب ذٰلک مالکون لھا"[13]

ترجمہ۔ یعنی ہم نے مویشی ان کے لیے پیدا کیئے اور پھر انسانوں کو ان کا مالک بنادیا اور انسان اسی وجہ سے ان کے مالک ہو گئے۔

اور علامہ زمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تفسیر کشاف" میں لکھتے ہیں:

"أی خلقناھا لأجلھم فملکناھا ایاھم فھم متصرفون فیھا تصرف الملاک"[14]

ترجمہ۔ یعنی ہم نے ان مویشیوں کو انسانوں ہی کے لیے پیدا کیا پس وہ ان میں مالک کی طرح تصرف کرنے والے ہیں۔

گویا یہ کہا جارہا ہے کہ ہم نے انسانوں کو ان اشیاء کا مالک اس لئے بنایا ہے کہ یہ اشیاء ہم نے پیدا ہی اس کے لیے کی ہیں۔ اب انسان ان چیزوں کا مالک ہے اور ایک مالک کی طرح مکمل تصرف کا حق بھی رکھتا ہے۔

اب جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کائنات کی ہر شے کا اصل اور حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن دنیا کا نظام بہتر سے بہتر انداز میں چلانے کی غرض سے انسان کو ان اشیاء کا مالک بنا دیا گیا ہے، تو پھر یہ اشکال کہ ایک ہی شے میں اللہ تعالیٰ کی بھی ملکیت ہو اور انسان کی بھی، یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اس اشکال کی چنداں گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ خالق اور مخلوق دونوں کی ملکیت میں واضح فرق ہے۔ اور یہ دونوں طرح کی ملکیتیں اگر بیک وقت ایک ہی شے میں جمع ہو جائیں تو کوئی حرج والی بات نہیں کیونکہ دونوں کو سامنے رکھ کر جب دیکھا جائے تو ملکیت کا معنی اور مفہوم مختلف ہو گا، ملکیت کا جو معنی اور مفہوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ہے، ظاہر ہے انسان کے لیے وہ معنی اور مفہوم ہرگز مراد نہیں لیا جاسکتا۔ البتہ اگر ایک ہی شے میں بیک وقت دو انسانوں کی ملکیتیں جمع ہو جائیں تو ایسا ممکن نہیں ہو گا کیونکہ اب یہاں دونوں انسانوں کی ملکیتوں کی حیثیت ایک جیسی ہے، دونوں کا حکم ایک سا ہے۔ اب تصادم کا قوی اندیشہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کی ملکیت کے درمیان پیدا ہونے والے اس تعارض پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا طاسین رحمہ اللہ انتہائی وضاحت کے ساتھ "مروجہ نظام زمینداری اور اسلام" میں صفحہ ۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن ایک ہی شے میں بیک وقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور انسان کی ملکیت دونوں جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی انتفاع واستفادے کا محتاج نہیں، اور اس کی ملکیت کا وہ مفہوم اور مطلب نہیں جو ایک انسان کی ملکیت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا مفہوم و مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو بحیثیت خالق اور رب کے ہر شے کے اندر ہر قسم کے تصرف اور ردوبدل کا کلی، ذاتی، مستقل اور حقیقی اختیار ہے، وہ

جس چیز میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے،اور اس کا ہر تصرف صحیح اور درست ہوتا ہے۔ جبکہ انسان کو اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کا جو اختیار ہوتا ہے وہ کلی و کامل نہیں بلکہ جزوی اور ناقص ہے، ذاتی نہیں بلکہ وہبی و عطائی، حقیقی نہیں مجازی، اور مستقل و دائمی نہیں بلکہ عارضی و وقتی ہوتا ہے اور پھر چونکہ اللہ تعالیٰ جس میں جو بھی تصرف فرماتا ہے وہ بندوں کی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پہلو سے بھی بندے کے اپنی چیز میں صحیح تصرف اور اللہ کے تصرف میں کوئی تعارض و ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا اور دونوں کی ملکیت بیک وقت یکجا جمع ہوسکتی ہے۔ اور کسی شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے اثبات سے انسان کی ملکیت کی نفی اور انسان کی ملکیت کے اثبات سے اللہ کی ملکیت کی نفی نہیں لازم آتی "[15]

دور حاضر کے نامور ماہر اقتصادیات مفتی محمد تقی عثمانی اپنی کتاب "عدالتی فیصلے" کی جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس سے صاف واضح ہوگیا کہ کسی چیز کا اللہ کی ملکیت یا اللہ ہی کی ملکیت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دنیوی احکام کے لحاظ سے وہ کسی انسان کی انفرادی ملکیت نہیں بن سکتی بلکہ اس سے ملکیت کے اسی بنیادی تصور کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقی ملکیت ہر چیز پر اللہ ہی کی ہے، وہ زمین ہو یا مکان، کھانا کپڑا ہو یا دوسرا ساز و سامان، ان سب چیزوں کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے چنانچہ اس کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے یہ چیزیں دیدے، جس سے چاہے واپس لے لے اور جس کسی کو دے اس کو جن شرائط کا چاہے پابند کرے لیکن اسی حقیقی ملکیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خاص شرائط اور احکام کے ساتھ ان اشیاء پر ایک قانونی ملکیت عطا فرمار کھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے قوانین اور احکام کے لحاظ سے ایسے انسانوں کو ان چیزوں کا مالک سمجھا جائے گا اور وہ شرعی احکام کے دائرے میں رہتے ہوئے ان اشیاء پر مالکانہ تصرف کے مجاز ہوں گے "[16]

مولانا محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات'' کے صفحہ ۳۸ پر کچھ مزید وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں:

"جس طرح انسان کی ملکیت میں نفع اندوزی کا تصور ہے اس طرح اللہ کی ملکیت میں نہیں کیونکہ انسان محتاج اور اللہ غنی اور صمد ہے، لہٰذا ایک ہی چیز بیک وقت اللہ کی ملکیت بھی ہوسکتی ہے اور انسان کی ملکیت بھی، دونوں کے درمیان کوئی تعارض اور ٹکراؤ واقع نہیں ہوتا۔ جبکہ ایک ہی چیز بیک وقت دو انسانوں کی منفرد اور مستقل ملکیت نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ دونوں اپنی اپنی ذات کیلئے نفع اندوزی کے محتاج ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے درمیان تعارض، تصادم پیدا ہونا لازمی ہے "[17]

پروفیسر فاروق عزیز اس سلسلے میں اپنی کتاب ''مروجہ اسلامی معاشی تصورات'' میں لکھتے ہیں:

"لیکن یہ یاد رہے کہ یہ صورت حال اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بالکل مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ اشیاء سے انتفاع و استفادے سے مکمل طور پر بے نیاز ہے، اس کی ذات اس قسم کے تصورات سے مکمل طور پر

ماوراء ہے وہ خالق ہونے کے ناطے مالک کل ہے لیکن اس نے اپنی پیدا کردہ اشیاء عارضی طور پر انسانوں کو عطاء کی ہیں وہ بھی انسانی محنت سے مشروط۔ جو شخص کسی بھی شے کے افادہ میں اپنی محنت سے اضافہ کرتا ہے وہ اس شے کا مالک قرار پاتا ہے تاہم اس کی یہ ملکیت عارضی، مقید اور اضافی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود انسانوں کا بھی مالک ہے لیکن یہ اس کی عطائے کریمی ہے کہ وہ اپنی پیدا کردہ اشیاء پر انسانوں کو ان اشیاء میں افادہ میں اضافے کے عوض ملکیت کا حق عطا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے تصور کے نتیجے میں انسانی ملکیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے درست نہیں ہے کیونکہ دونوں کی بیک وقت ملکیت سے کوئی تناقص واقع نہیں ہوتا لیکن اگر ایسا ہوتا کہ دونوں کی ملکیت ایک ہی طرح کی ہوتی جس طرح دو انسانوں کی ہوتی ہے جو شے سے استفادے کیلئے مجبور ہوتے ہیں تو ممکن تھا کہ انسانوں اور اللہ کی ملکیت کے معنی یکساں ہو جاتے لیکن ظاہر ہے ایسا نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اور انسانوں کی بیک وقت ملکیت ممکن ہے"[18]

یہ تو تھا کسی شے میں اللہ تعالیٰ اور انسان کی ملکیت کے اجتماع کا مسئلہ کہ یہ تو ممکن ہے اور درست بھی ہے کیونکہ یہاں دونوں کی حیثیتوں اور حقیقتوں میں واضح فرق ہے، لہٰذا تعارض کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ البتہ ایک شے میں دو انسانوں کی ملکیت کا اجتماع کیسے ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں دونوں کی حیثیت اور حقیقت ایک سی ہے لہٰذا تعارض اور نزاع ہوگا۔ اسی پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا طاسین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مروجہ نظام زمینداری اور اسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

" شخصی ملکیت کے اس تصور کے مطابق ایک شخص کو کسی شے سے استفادہ اور انتفاع کے حق میں جو ترجیح و تخصیص حاصل ہوتی ہے چونکہ وہ دوسرے اشخاص و افراد کے مقابلے میں ہوتی ہے جو اس کی طرح انتفاع و استفادے کے محتاج و ضرورت مند ہوتے ہیں، لہٰذا ایک ہی شے میں بیک وقت دو اشخاص کی مستقل ملکیت جمع نہیں ہو سکتی۔ اور دو شخص ایک ہی شے کے دو مستقل اور الگ الگ مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ انتفاع و استفادے میں ایک کی تخصیص سے دوسرے کی تخصیص کی نفی ہو جاتی ہے، اور عملاً ان دونوں کے مابین ضرور تصادم اور نزاع واقع ہوتا ہے"[19]

اسی خدائی اور انسانی ملکیت کے اجتماع کے حوالے سے ڈاکٹر فاروق عزیز اپنی کتاب ''مروجہ اسلامی معاشی تصورات'' میں لکھتے ہیں:

"یہ ایک صحیح مفروضہ نہیں ہے۔ کسی شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے اثبات سے انسانی ملکیت کی نفی لازمی نہیں۔ یہ البتہ ضرور ممکن ہے کہ کسی مال کی ملکیت کی نسبت ایک وقت دو انسانوں سے ممکن نہیں کیونکہ مال سے انتفاع و استفادے کا حق بہر حال ایک ہی انسان کے پاس ہو سکتا ہے، اگر اس حق کے دو دعویدار ہوں تو ظاہر ہے یہ امر فساد کا موجب ہوگا، گویا ایک شے کی ملکیت دو انسانوں میں ممکن نہیں" [20]

ان اہل علم کی تحریرات سے اس بات کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انسان دونوں کی ملکیتوں کی حیثیتوں

میں واضح فرق پایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، وہ کسی شے کا محتاج نہیں، اور اللہ تعالیٰ کی کسی شے میں ملکیت مطلق، کامل، دائمی، ذاتی اور حقیقی ہوتی ہے۔ لیکن انسان محتاج ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس کی کسی شے پر ملکیت محدود، مقید، ناقص اور عارضی ہے۔ اسی بناء پر ایک ہی چیز میں اللہ تعالیٰ اور انسان دونوں کی ملکیتوں کا اجتماع بالکل ممکن ہے۔ البتہ دو انسانوں کی ملکیتیں ایک ہی شے میں جمع نہیں ہو سکتیں، یہ ممکن نہیں ہوگا کیونکہ یہاں دونوں انسان محتاج ہیں اور اس شے سے استفادہ کرنے کا حق دونوں رکھتے ہیں لہٰذا نزاع اور جھگڑے کا قوی اندیشہ رہے گا۔

خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ کی ذات اور انسان کے درمیان کا فرق بہت ہی واضح ہے لہٰذا دونوں کی حیثیتوں میں بھی فرق ہوگا۔ جب ہم دونوں کے درمیان اختیارات کا جائزہ لیتے ہیں تو اصطلاحات اگرچہ ایک جیسی استعمال ہوتی ہیں لیکن اس کے معنی اور مفہوم میں لازمی فرق ہوتا ہے اور یہ فرق رکھنا ضروری بھی ہے ورنہ ہمارا عقیدہ توحید ہی اپنی جگہ برقرار نہیں رہتا۔ اشیاء پر قبضہ اور اختیات و تصرفات کی بات کریں تو ان سب کا معنی اور مفہوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کو سامنے رکھ کر مختلف ہے۔ کائنات کی ان اشیاء پر اللہ تعالیٰ کا قبضہ اور اس کی ملکیت ملکیتِ حقیقی ہے، اور اس کے تصرفات واختیارات کسی کی اجازت اور مدد کے محتاج بھی نہیں ہیں۔ جبکہ انسان کا قبضہ اور اس کی ملکیت ملکیتِ عارضی ہے اور وہ اپنے تصرفات و اختیارات میں مکمل آزاد بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہے اور اپنی ہی ملکیت میں تصرفات کا پابند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی شے میں یہ تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اور انسان دونوں شامل ہوں اور دونوں اس شے کے ملاک ہوں کیونکہ دونوں کی حیثیتوں میں فرق ہے اور دونوں کے حوالے سے ملکیت کے مفہوم اور اطلاق میں فرق ہے لیکن یہ کسی صورت نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی شے میں دو انسان مالک ہوں کیونکہ ایک ہی حیثیت کے لوگ جب ایک ہی شے میں جمع ہوں گے تو یقینا نزاع ہوگا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[1] القرآن 2: 107

[2] شیخ سید محمود آلوسیؒ، روح المعانی، ملتان، مکتبہ امدادیہ، 1395ھ، ج: 1، ص: 354

[3] القرآن 2: 247

[4] ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر، بیروت، دار الفکر، 1991ء، ج: 2، ص: 424

[5] القرآن 3: 26

[6] التفسیر المنیر، ج: 3، ص: 193

[7] القرآن2:247

[8] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، سن 2012، ج:1، ص:646

[9] التفسیر المنیر، ج:3، ص:126

[10] القرآن1:64

[11] امام فخر الدین رازیؒ، تفسیر کبیر، مصر، المطبعۃ البہیۃ المصریۃ المعروف بمکتبۃ عبدالرحمٰن محمد، 1302ھ، ج:30، ص:20

[12] القرآن36:71

[13] روح المعانی، ج:13، ص:50

[14] علامہ زمخشری، تفسیر الکشاف، بیروت، دار الفکر، 1397ھ، ج:3، ص:330

[15] طاسینؒ، مولانا، مروجہ نظام زمینداری اور اسلام، لاہور، مکتبہ لاہور، 1995ء، ص:30

[16] عثمانی، تقی، مفتی، عدالتی فیصلے، کراچی، ادارہ اسلامیات، 1420ھ، ج:2، ص:166

[17] طاسین، مولانا، اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات، کراچی، مجلس علمی، 1997ء، ص:83

[18] فاروق عزیز، ڈاکٹر، مروجہ اسلامی معاشی تصورات، کراچی، اسلامک بک سینٹر، 2004ء، ص:۱۱۱

[19] مروجہ نظام زمینداری اور اسلام، ص:29

[20] مروجہ اسلامی معاشی تصورات، ص:111